نورین رضوی
پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر محمد ارشد اویسی
صدر شعبہ اردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

پاک فوج کے اہم زندانی اہلِ قلم کی ادبی خدمات

Noureen Rizvi
Ph.D Scholar, Department of Urdu, Lahore Garrison University, Lahore.
Dr. Muhammad Arshad Ovaisi
Head of Urdu Department, Lahore Garrison University, Lahore.

Literary Services of Important Prisoner Writers of Pakistan Army

Literature is called the criticism of life and it plays important role in shaping the ideas and thoughts of masses. There are different branches of literature and prisoner literature is also branch of literature. When someone punished by Government and put behind the walls of prison, the literature produced in prison is called prisoner literature. Association between military persons and literature has always been very strong and acknowledged in all periods. Pakistan army produces great minds. Armed life is considered as the life of struggle and thrill. The Pakistan army's writers have a great contribution in Urdu literature. They have a great work in Urdu prose and poetry .When Pakistan army's writers and poets are imprisoned, they produce unique and great prisoner literature. The services of prisoner's writers of Pakistan army regarding prisoner literature are highly commendable. In this article some prisoner personalities of Pakistan army and review of their prisoner writings is presented.

Keywords: *Pakistan Army, Prisoner literature, Army's Writers, Imprisoned, Contribution, Commendable, Criticism.*

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ادب زندگی کا ترجمان ہے۔ اس سے زندگی کی تصویر کشی کے ساتھ اصلاح کا کام بھی لیا جا سکتا ہے۔ زندگی کے تمام گوشے ادب کا موضوع ہوتے ہیں۔ ادب کی تخلیق خلا میں نہیں ہوتی۔ ادب اپنے عہد، اپنے ماحول اور اپنے سماج کی عکاسی کرتا ہے۔ اسی لیے ادب کی تخلیق میں عصری تقاضے، ماحول کا اثر اور سماج کی شعوری سطح اور بنی نوع انسان کے تمام تجربات کسی نہ کسی شکل میں شامل ہیں۔ ادب میں زندگی کی اقدار اور مسائل کے اظہار کی ترجمانی ہوتی ہے۔ ادب انسانی جذبات، احساسات، اور خیالات کا عکاس ہے۔ ادیب یا فن کار سماج اور معاشرے کا اہم حصہ ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کے تخلیق کردہ ادب میں زندگی کے تلخ و شیریں تجربات کی عکاسی ہوتی ہے۔ زندہ انسانوں کے مجموعے کو سماج کہتے ہیں۔ سماجی زندگی میں جمود نہیں ہوتا بلکہ یہ مسلسل تغیر پذیر ہے۔ سماجی زندگی میں اتار چڑھاؤ جاری رہتا ہے۔ اس اتار چڑھاؤ سے ادیب اور حساس انسان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ سماجی زندگی کی ناہمواریاں ادیب کو خام مال مہیا کرتی ہیں۔ یہ خام مال ادیب کو شاہکار ادب کی تخلیق میں مدد فراہم کرتا ہے۔ ادیبوں نے ہمیشہ اپنے عہد کی اجتماعی زندگی کی نہج متعین کرنے کا کام انجام دیا ہے۔ ادیب ذہنی انقلاب کا ہراول دستہ ہوتے ہیں اور سماجی ہئیت کی تبدیلی میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ تاریخ پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف اقوام کی تاریخ شاہد ہے کہ عوامی بیداری اور شعور کی تربیت میں اس قوم اور اس عہد کے ادیب کا بڑا اہم رول رہا ہے۔ معاشرے کا ماحول، معاشرے کی فضا ادب کی تخلیق کی سمت متعین کرتی ہے۔ جب معاشرے میں حبس کی فضا قائم ہو اور لوگوں کو اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی نہ ہو تو اس حبسیہ فضا میں ادیب جو ادب تخلیق کرتے ہیں وہ لازوال بن جاتا ہے۔ ادب ہمیشہ سے اپنے عہد کی ترجمانی کرتا رہا ہے۔ حبس کے ماحول میں جو ادب پروان چڑھتا ہے، وہ اپنے عہد میں ہونے والے تمام مظالم، جبر اور پابندیوں کی منظر نگاری کرتا ہے۔ قاموس مترادفات میں ''حبس'' کے معنی بتائے گئے ہیں:

''قید، بند، روک، گھٹن۔ انقباض، اُمس، گھمس، عکہ''[۱] جب کہ نوراللغات (اول) میں حبس کے معنی لکھے ہیں: ''بند، قید، قید خانہ، گھٹاؤ، انقباص، اُمس'' [۲]

حبسیہ معاشرے میں رہنے والے ادیب حبسیہ معاشرے کو ہی بیان کرتے ہیں اور اگر یہ حبسیہ فضا علمی تناظر میں چھائی ہو تو عالمی سطح پر ادیبوں کی تحریروں میں اس کی عکاسی ہوتی ہے۔ معاشرے میں رہنے والے ادیب و فنکار جب سچ کی خاطر آواز بلند کرتے ہیں تو انہیں اس کی پاداش میں نظر بندی، جلاوطنی اور پابند سلاسل ہونا پڑتا ہے۔ جب کوئی ادیب یا فنکار حکومت کی وضع کردہ پالیسی یا قانون کو ماننے سے انکار کرتا ہے تو اس ادیب یا فنکار کو

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

حکومتِ وقت قید وبند کی سزا دے کر داخل زندان کر دیتی ہے۔ اسیری کی حالت میں جب یہ لوگ ظلم وجبر کے خلاف قلم کے ذریعے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں تو ان کا رشتہ زندان کے در و دیوار سے اور مضبوط ہو جاتا ہے۔ اس کے قلم سے زندانی ادب کا وجود جنم لیتا ہے۔ زندانی ادب بھی ادب کی ایک شاخ ہے۔ زندانی ادب کو سمجھنے سے قبل "زندان" کے مفہوم کو سمجھنا ضروری ہے۔ "زندان" فارسی زبان کا لفظ ہے۔ زندان کے معنی قید خانہ یا جیل کے ہیں۔ فرہنگ آصفیہ میں زندان کے معانی یہ ہیں:

"قید خانہ، بندی خانہ، جیل خانہ، مجلس"(۳)

جب کہ فیروز الغات میں زندان کے معنی یہ بتائے گئے ہیں:

"قید خانہ، بندی خانہ"(۴)

اور جامع فارسی لغت کے مطابق زندان کے معنی یہ بتائے گئے ہیں:

"قید خانہ"(۵)

زندان کو انگریزی میں جیل (jail) کہتے ہیں۔ آزادی اور حریت کا جذبہ بنی نوع انسان کا فطری جذبہ ہے۔ جب حکمران طبقہ عوام کی آزادی اور خود مختاری کو غصب کر لیتا ہے تو عوام اور حکمران طبقہ کے درمیان کشمکش کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس کشمکش کی بدولت قید وبند اور طوق وسلاسل کا جنم ہوتا ہے۔ زندان کا تعلق ریاست سے ہوتا ہے اور ریاست میں ظلم وجبر کے خلاف آواز بلند کرنے والوں کو ریاستی مجرم قرار دیا جاتا ہے۔ مجرم قرار دینے کے بعد انہیں زندان میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ حق سچ کا علم بلند کرنے والوں میں شاعر، ادیب اور سماج کے دیگر افراد شامل ہوتے ہیں۔ زندان میں یہ جب اپنی زندانی اذیتوں کو صفحہ قرطاس پر بکھیرتے ہیں تو زندانی ادب کو معرض وجود میں لاتے ہیں۔ زندانی ادب کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے۔ وہ تمام ادب پارے اس میں شامل ہیں جن کی تخلیق جبر و تشدد، خوف و دہشت، حبس، زباں بندی، ایمر جنسی، مارشل لا اور عام پابندیوں کے زیر اثر ہوئی ہو۔

زندانی ادب میں پاک فوج کے اہلِ قلم نے بھی بیش قدر اضافے کیے ہیں۔ افواج پاکستان ملکی سالمیت کے پاسبان اور بہادری کی ایک لازوال داستان ہیں۔ اہلِ وطن افواج پاکستان پر رشک کرتے ہیں۔ پاک سرزمین کے ان جری سپوتوں میں چند نام ایسے بھی ہیں جو اپنے فرائض منصبی نبھانے کے ساتھ اہلِ قلم میں بھی اوج کمال رکھتے ہیں۔ پاک فوج کے زندانی اہلِ قلم میں ظفر اللہ پوشنی، فیض احمد فیض، میجر محمد اسحاق، صدیق سالک، بریگیڈیر منصور ا

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

لحق ملک، ڈاکٹر محمد خاں اشرف، کیپٹن نور احمد قائم خانی اور میجر آفتاب احمد شامل ہیں۔ ان سب نے حالت جنگ کے اعصاب شکن حقائق اور قید و بند کی صعوبتوں کو تلخ و شیریں چاشنی دے کر صفحہ قرطاس کے سپرد کیا۔ پاک فوج کے ان درخشاں ستاروں نے فوج میں اعلیٰ عہدوں پر خدمات سر انجام دینے کے ساتھ ساتھ شاہکار زندانی ادب تخلیق کیا ہے۔ ان زندانی شخصیات کو مختلف وجوہات کی بنا پر زندان کی صعوبتیں سہنا پڑیں۔ زندان کی کال کوٹھڑیوں میں رہتے ہوئے انہوں نے ادب میں گراں قدر اضافے کئے۔ ان کا تخلیق کردہ زندانی ادب شاہکار اور معیاری ادب قرار دیا جاسکتا ہے۔

پاک فوج کے چند نامور ستارے راولپنڈی سازش کیس میں زندان کی زینت بنے۔ راولپنڈی سازش کیس کو پاکستان کی تاریخ کا ایک نامور ترین باب قرار دیا جاتا ہے۔ اس وقت کے وزیر اعظم لیاقت علی خان نے حکومت کا تختہ اُلٹنے کی سازش کو راولپنڈی سازش قرار دیا اور اس کے تحت گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ راوپنڈی سازش کیس کے فوجی قیدیوں نے لازوال ادب تخلیق کیا۔ ان جانباز سپاہیوں نے اپنے اہل، قلم ہونے کا بہترین ثبوت پیش کیا۔ ان میں ایک اہم نام پاک فوج کے کپتان ظفر اللہ پوشنی ہیں۔ ان کو ۱۹۵۱ء میں راولپنڈی سازش کیس میں گرفتار کر لیا گیا اور ان کی زندانی آزمائشوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ ظفر اللہ پوشنی کو بروز ۱۵ مئی ۱۹۵۱ء کو گرفتار کیا گیا۔ اپنی گرفتاری کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ”۱۵ مئی کی بات ہے میں حسب معمول علی الصبح اٹھا شیو بنا کر اور منہ ہاتھ دھو کر وردی پہنی اور آئینے کے سامنے کھڑا فوجی ٹوپی کو سر پر صحیح زاویے سے جمانے کی کوشش کر رہا تھا کہ نوکر نے آکر اطلاع دی۔ صاحب کوئی بڑا افسر آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ یہ سنتے ہی میں لپک کر بنگلے سے باہر نکلا، دیکھا کہ ایک بریگیڈیر صاحب بیٹھے میرا انتظار کر رہے ہیں۔ میں نے ایڑیا ں جوڑ کر ایک چست سلیوٹ مارا۔ بریگیڈیر صاحب نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے سوالیہ لہجے میں پوچھا ”کیپٹن ظفر اللہ پوشنی“؟ میں نے جواب دیا جی ہاں میں ہی ہوں۔ کہنے لگے آیئے کار میں بیٹھئے آپ سے کچھ کام ہے۔ میں ان کے ساتھ کی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ بریگیڈیر نے کہا میں اپ کو پولیس سٹیشن لے جا رہا ہوں۔ پولیس آپ سے کچھ سوال پوچھنا چاہتی ہے۔“(۶)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

گرفتاری کے بعد ظفر اللہ پوشنی کو لاہور سنٹرل جیل منتقل کر دیا گیا۔ اور ضابطہ فوجداری اور تعزیرات پاکستان کی دفعات ۱۲۱، ۱۲۱اے، ۱۲۴، بی ۱۲۰، ۳۲۲، ۳۶۵، ۳۰۲، ۱۲۵ کے علاوہ آرمی ایکٹ کی دفعہ ۲۷ بھی عائد کی گئی۔ انہیں صاف طور یہ بھی بتادیا گیا تھا کہ ان جرائم کے علاوہ مقدمے کی کاروائی کے دوران اگر کوئی اور جرم ثابت ہوا تو اس کے تحت بھی سزا دی جاسکتی ہے۔ راولپنڈی سازش کیس کے فیصلہ کے مطابق ظفر اللہ کو چار برس قید بامشقت اور دو سو پچاس روپے جرمانہ اور اس کی عدم ادائیگی کی صورت میں مزید چھ مہینے قید بامشقت نیز ملازمت سے برطرفی کا حکم ہوا۔ ۱۹۵۱ء کے آخری دنوں میں حیدر آباد جیل میں فیض نے وقت گزارنے کے لئے ایک بہترین تجویز پیش کی کہ محفل مشاعرہ منعقد کی جائے اور اس میں سب اپنے اپنے اشعار پیش کریں۔ سب نے اس تجویز کو پسند کیا۔ حیدر آباد جیل میں کم از کم دس گیارہ بار محفل مشاعرہ منعقد کی گئیں۔ جیل میں ظفر اللہ پوشنی نے اپنا کلام مشاعرہ میں پیش کیا۔ ان کے زندانی کلام کے چند اشعار نقل کئے جارہے ہیں:

کیا کریں ضد ہے ملوکیت شاہاں سے ہمیں
ورنہ اُلفت تو نہیں ہے در زنداں سے ہمیں
ہم غم زیست کے قیدی وہ محبت کے اسیر
کوئی نسبت ہی نہیں یوسف کنعاں سے ہمیں
ہو گئیں دل پہ گراں اہل دل کی صبحیں
یوں پڑا سا بقہ کچھ شام غریباں سے ہمیں
حاکم شہر نے گو دور قفس میں پھینکا
بوئے گل آتی رہی یاد گلستان سے ہمیں
تلوے چھل چھل کے ہوئے آبلہ پائی کے حریف
خوف آئے گا بھلا خار مغیلاں سے ہمیں
خواہش حور نہیں اور نہ دوزخ پہ یقین
نا صحا باز نہ رکھ لذت عصیاں سے ہمیں
کیا یہ ممکن ہے انہیں اپنی جفا یاد آئی؟
آج وہ کچھ نظر آتے ہیں پشیماں سے ہمیں

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

عنبر کی بزم میں گو بھیس بدل کر پہنچے
ہار پہچان گیا چاک گریباں سے ہمیں
میں ظفر ہوں جی وہی آپ کا دیرینہ غلام
اس طرح دیکھئے مت دیدہ حیران سے ہمیں(۷)

ظفر اللہ پوشنی نے زندان میں بیتے لمحات کو کتابی شکل میں محفوظ کیا۔ان کی زندانی تصنیف کا نام "زندگی زندان دلی کا نام ہے"۔یہ کتاب حیدر آباد جیل میں لکھی گئی۔اس زندانی تصنیف میں ان کی زندانی زندگی کے مصائب و آلام اور راولپنڈی سازش کیس کے دیگر اسیروں کی روداد کو تحریر کیا گیا ہے۔"زندگی زندان دلی کا نام ہے" میں صرف نام کی حد تک نہیں بلکہ مصنف ظفر اللہ پوشنی نے عملاً زندہ دلی کے عظیم الشان مظاہرے کیے ہیں۔اسیری بذات خود پریشانی،اداسی اور غم کا استعارہ ہے لیکن نوجوان ظفر اللہ پوشنی نے اپنی اسیری کے غم کو غلط کرنے کے لئے قلم کا سہارا لیا۔پوشنی نے انگریزی سکول و کالج میں تعلیم حاصل کی تھی لیکن فیض اور سجاد ظہیر کی صحبت نے ان کی اردو میں نکھار پیدا کیا۔پوشنی کے اندر ادب سے لگاؤ پیدا ہوا اور اردو کتب کے مطالعہ سے ان کی فکری جہتوں میں کشادگی اور وسعت نے ان کی زندانی تصنیف "زندگی زندان دلی کا نام ہے" میں زندگی سے فرار کی بجائے جینے کی آمنگ کو پیش کیا۔ اس کتاب کے علاوہ ظفر اللہ نے جیل میں ایک کتابچہ "دنیا کی کہانی" بھی تحریر کیا۔اس کتابچہ کا پیش لفظ سید سجاد ظہیر نے لکھا تھا۔اس کتابچہ میں انہوں نے قدیم تاریخ(pre-history) پر مقالہ لکھا تھا۔اس کے علاوہ ان کی زندانی شاعری بھی زندانی ادب کا سرمایہ ہے۔

پاک فوج کے زندانی اہل قلم میں فیض احمد فیض کا نام بھی اہم ہے۔فیض کی ہمہ جہت شخصیت نے زندان میں شاہکار ادب تخلیق کیا۔فیض کی شاعری مزاحمت اور احتجاج کا نہایت کامیاب فنی اظہار ہے۔ان کی شاعری توازن و تناسب کی بہترین مثال ہے۔ وہ صحافت کے پیشہ سے بھی وابستہ رہے۔فیض کو متعدد بار زندان کی زینت بننا پڑا۔فیض قیام پاکستان کے تقریباً تین سال بعد ہی ۱۹۵۱ء میں لیاقت علی خان کی حکومت کا تختہ اُلٹنے کی سازش میں گرفتار کر لیے گئے اور کئی سال جیل میں رہے۔محمد خاور نوازش ان کی گرفتاری کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"فیض ۹ مارچ ۱۹۵۱ء کو گرفتار ہوئے۔۶ اپریل کو دستور ساز اسمبلی نے راولپنڈی سازش کے ملزمان کے لئے خصوصی ٹریبونل کے قیام کا بل منظور کیا۔ خصوصی عدالت میں مقدمے کی سماعت ۱۵ جون کو شروع ہوئی۔مقدمے کے فیصلے کے تحت فیض کو چار سال قید بامشقت

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اور پانچ سو روپے جرمانہ کی سزا ہوئی۔ جولائی ۱۹۵۳ء میں انہیں میجر اسحاق محمد اور کیپٹن ظفر اللہ کو منٹگمری جیل بھیج دیا گیا۔"[۸]

فیض کو دوبارہ جنرل ایوب خان کے نظام حکومت سنبھالنے کے بعد پانچ مہینے کے لئے پابند سلاسل کر دیا گیا۔ فیض کو قید تنہائی کی اذیتیں بھی سہنا پڑیں۔ اُنھوں نے قید تنہائی کا زمانہ سر گودھا اور لائل پور کی جیلوں میں گزارا تھا۔ قید تنہائی کے ایام میں کاغذ، قلم، کتابیں، خطوط اور ملاقاتوں پر پابندیاں عائد تھیں۔ اس کا اظہار وہ یوں کرتے ہیں:

متاح لوح و قلم چھن گئی تو کیا غم ہے
کہ خون میں ڈبو لی ہیں انگلیاں میں نے
زباں پہ مہر لگی ہے تو کیا رکھ دی ہے
ہر ایک حلقہء زنجیر میں زباں میں نے[۹]

فیض نے ان اشعار میں ریاستی ظلم اور سیاسی جبر کو بیان کیا ہے۔ زبان بندی اور قلم کی آزادی سلب ہونے کی منظر نگاری کی ہے۔ زندانی ادب کی تاریخ میں فیض کا نام ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے گا۔ انہوں نے ایک ایسا احتجاجی لہجہ تخلیق کیا ہے جس میں رومانیت و بغاوت کا حسین امتزاج موجود ہے۔ انہوں نے اردو شاعری کے مروجہ اور روایتی استعاروں، تشبیہات، تراکیب اور تلازموں کو نئی شعری معنویت سے آشنا کیا۔ زندان کی اُکتا دینے والی تنہائیوں، جسمانی اور روحانی اذیتوں نے فیض کی شخصیت اور فن دونوں پر اثر ڈالا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا زندانی کلام بہت منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ فیض کی کل اسیری کی مدت تقریباً پانچ سال پانچ ماہ ہے۔ علی سردار جعفری جب خود زندان میں تھے تو انہیں فیض کی قید وبند کی اذیتوں کے بارے میں معلوم ہوا تو نہوں نے اپنے زندانی کلام کے ذریعے فیض کو حوصلہ دیا۔ علی سردار جعفری فیض کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آج مگر تو قید ہے ساتھی
کیسی ہے یہ قید کی دنیا
قلب و نظر کی محرومی ہے
پتھر کی خاموشی ہنسی ہے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

آج ہے جب تو جیل میں تنہا
میں اپنی آواز کا شعلہ
اور اپنی للکار کی بجلی
گیتوں کے ریشم میں رکھ کر بھیج رہا ہوں
تیری خاطر بھیج رہا ہوں
یہ میری آواز ہے لیکن
صرف میری آواز نہیں
جوش، فراق، آنند، بیدی
عصمت، ساحر، کرشن اور کیفی
میری زبان سے بول رہے ہیں
ہند کے سارے لکھنے والے
اپنی محبت کے گلدستے
تیری جانب بھیج رہے ہیں (۱۰)

فیض کی زندانی تصانیف میں زنداں نامہ، دست صبا، دست تہ سنگ اور صلیبیں میرے دریچے میں شامل ہیں۔ فیض کی ان مجموعوں میں کلام کا رنگ و آہنگ زندانی ہے۔ زندان کی بدولت جو مصائب و محاسن کلام پیدا ہوتے ہیں ،وہ سب ان میں موجود ہیں۔ '' زنداں نامہ'' کی تخلیق منٹگمری سنٹرل جیل اور لاہور سنٹرل جیل میں ہوئی۔ زندان نامہ میں تاریکی اور مایوسی کا عنصر غالب ہے۔ زندان نامہ کا دیباچہ سجاد ظہیر نے 'سر آغاز' کے عنوان سے لکھا ہے۔ زندان نامہ میں فیض نے حق و باطل کے درمیان ہونے والی جنگوں کا خاکہ کھینچا ہے۔ عالمی سطح پر ہونے والے مظالم اور مظاہروں کو بھی اس میں موضوع بنایا گیا ہے۔ زندان کی شاعری نے فیض کی شہرت و عظمت کو چار چاند لگا دئے ہیں۔

''دست صبا'' میں شامل بیشتر کلام حیدر آباد سینٹرل جیل میں لکھا گیا۔ فیض کو قید تنہائی کی سزا دی گئی تھی۔ قید تنہائی میں لکھی گئی فیض کی شاعری میں خطیبانہ آہنگ ،احتجاجی و زندانی لہجہ بہت بلند و بالا ہے۔ غم و غصہ، نفرت و اضطراب کا اظہار جارحانہ انداز میں ہوا ہے۔ اس مجموعے میں کچھ نظمیں، کچھ غزلیں اور کچھ قطعے شامل ہیں

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۔ قلم اور زبان بندی کا چلن پاکستان میں بہت تھا۔ فوجی حکمرانوں کے زمانے میں شعرا و ادبا کو قید و بند کی سزائیں دی جاتی تھیں اور اظہار خیال پر پابندی تھی۔ قوت اظہار کو سلب کر لیا جاتا تھا۔ اس کا اظہار فیض دست صبا میں یوں کرتے ہیں:

ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے
جو دل پہ گزرتی ہے رقم کرتے رہیں گے
اسباب غم عشق بہم کرتے رہیں گے
ویرانی دوراں پہ کرم کرتے رہیں گے
ہاں تلخی ایام ابھی اور بڑھے گی
ہاں اہل ستم ،مشق ستم کرتے رہیں گے
منظور یہ تلخی یہ ستم ہم کو گوارا
دم ہے تو مداوائے الم کرتے رہیں گے
مہ خانہ سلامت ہے تو ہم سرخی مے سے
تزئین درو بام حرم کرتے رہیں گے
باقی ہے لہو دل میں تو ہر اشک سے پیدا
رنگ لب و رخسار صنم کرتے رہیں گے
اک طرز تغافل ہے سو وہ ان کو مبارک
اک عرض تمنا ہے سو ہم کرتے رہیں گے(۱۱)

"دست تہ سنگ" بھی فیض کی اسیری کی حالت میں قریب قریب بام تکمیل کو پہنچا۔ زندان کی خوشبو، اس مجموعہ کے کلام کو بھی معطر کئے ہوئے ہے۔ "صلیبیں میرے دریچے میں" فیض کے زندان سے لکھے ہوئے خطوط شامل ہیں۔ فیض نے اپنی اسیری میں جو خطوط اپنی اہلیہ کو لکھے وہ "صلیبیں میرے دریچے میں" محفوظ ہیں۔ فیض نے یہ خطوط اپنی اہلیہ ایلس کو انگریزی میں لکھے تھے۔ ان خطوط کو چھپوانے سے پہلے اردو میں ترجمہ بھی خود فیض نے کیا۔ فیض کے زندانی خطوط کی ادبی، سیاسی، سماجی اور تاریخی اعتبار سے بہت اہمیت ہے۔ فیض اپنے زندانی خطوط کے بارے میں رقم طراز ہیں:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"ظاہر ہے کہ یہ کوئی ادبی تصنیف نہیں فیض کا سارا زندانی کلام اردو ادب کا بہترین سرمایہ ہے۔ نجی خطوط ہیں جو قلم برداشتہ لکھے گئے ہیں، کسی مربوط اور سنجیدہ بحث کی تلاش بے کار ہے، صرف اتنا ہے کہ جیل خانے میں دفع الوقتی کے بہت ہی محدود ذرائع میں سے ایک ذریعہ خط و کتابت بھی ہے۔ مجھے ان خطوط کی اشاعت کا ایک ہی جواز نظر آتا ہے اور وہ یہ کہ چوں کہ ہمارے بہت سے لوگوں کے لئے قید وبند کو غیر متوقع سانحہ و حادثہ نہیں بلکہ معمولات زندگی میں داخل ہے۔اس لئے بہت ممکن ہے کہ ہمارے شعبہ عمرانیات میں حبسیات بجائے خود ایک موضوع تحقیق ٹھہرے،اس صورت میں شاید یہ خطوط اسیری کے نفسیاتی تجربے کا ایک آدھ پہلو اُجاگر کر سکیں۔"(۱۴)

فیض کے خطوط رنگینی و دلکشی، سادگی، سلاست، روانی اور شگفتگی کے اعتبار سے زندانی ادب میں خاص مقام رکھتے ہیں۔ الفاظ کے چناؤ اور تراکیب کے اچھوتے پن اور روزمرہ کے بر محل استعمال کی وجہ سے ان خطوط کی ادبی شان و شوکت میں اضافہ ہو گیا ہے۔ فیض کا سارا زندانی کلام اردو ادب کا گراں قدر سرمایہ ہے۔ فیض کی شاعری کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی شاعری کا عہد زریں ان کا کلام اسیری ہے۔ انہوں نے زندان میں اعلیٰ پایہ کی شاعری کی ہے۔ اگر وہ داخل زندان نہ ہوتے تو ان کی شاعری کو اس قدر شہرت نہ ملتی۔ راولپنڈی سازش کیس کا ایک اور نام میجر محمد اسحاق ہے۔ وہ ایک ترقی پسند ادیب اور ڈرامہ نگار کے ساتھ پاکستان مزدور کسان پارٹی کے بانی تھے۔ فیصل آباد کی مردم خیز زمین کے سپوت، اور پاکستانی فوج کے افسر، پر عزم اور انقلاب کے پر جوش داعی میجر محمد اسحاق بھی راولپنڈی سازش کیس کے اسیروں میں شامل تھے۔ اُنہوں نے راولپنڈی سازش کیس میں زندان میں ظفر اللہ پوشنی اور فیض کے ساتھ کافی وقت گزارا۔ ظفر اللہ پوشنی نے بطور خاص اپنی زندانی تصنیف میں ان کا ذکر کیا ہے۔ سینٹرل جیل حیدر آباد میں میجر اسحاق، فیض کے بیاض بردار تھے۔ یہ مشاعرے بذات خود اپنے اندر ایک ادبی شان رکھتے تھے۔ کیوں کہ ان کو برپا کرنے والوں میں سجاد ظہیر اور فیض احمد فیض بھی تھے۔

فیض کی حبسیہ شاعری کا دوسرا مجموعہ "زندان نامہ" ہے۔ میجر اسحاق کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اُنہوں نے زندان میں "زندان نامہ" کا دیباچہ تحریر کیا ہے۔ چار سال انہیں جیل میں فیض کے ساتھ رہنے کا موقع ملا۔ بظاہر میجر اسحاق محمد سیدھے سادھے فوجی افسر اور انقلاب کے داعی تھے۔ لیکن اس دیباچے کا مطالعہ کرنے کے بعد وہ ایک کہنہ مشق نثر نگار دکھائی دیتے ہیں۔ وہ تحریر میں بات سیدھے اور واضح انداز سے کرتے ہیں اور ان کی تحریر استدلال

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کے ساتھ ایک نقطے پر مرکوظ رہتی ہے۔ میجر صاحب نے فیض کی علمیت اور ادبیت سے پورا پورا استفادہ کیا۔ اُنہوں نے دیباچہ میں جہاں کلامِ فیض کے حوالہ سے فکر و نظر کے پھول کھلائے ہیں وہاں انہوں نے روداد قفس بھی بیان کی ہے۔ سن وار میجر صاحب نے لکھاہے کہ کب اور کہاں اسارت کا زمانہ گزرا۔

سینٹرل جیل حیدر آباد سے جب راولپنڈی سازش کیس کے قیدیوں کو مختلف جیلوں میں منتقل کیا تو فیض، میجر محمد اسحاق اور کیپٹن خضر حیات کو منٹگمری جیل بھیج دیا گیا۔ اس طرح ظفر اللہ پوشنی اور دوسرے قیدیوں کے مقابلہ میں میجر اسحاق نے جیل میں فیض کے ساتھ زیادہ وقت گزارا۔ ''روداد قفس'' کے تحت میجر اسحاق نے جیل کے چیدہ چیدہ واقعات کا ذکر بڑے خوبصورت انداز میں کیاہے۔ میجر صاحب نے دیباچے میں بہت سے ایسے نکات بیان کیے ہیں جن سے کلامِ فیض کی تشریح و تعبیر آسان ہو جاتی ہے۔ ترقی پسندوں اور کمیونسٹوں کے بارے میں پھیلائے گئے غلط تصورات کی بھی میجر اسحاق نے بڑی شد و مد سے نفی کی ہے۔ مثلاً سجاد ظہیر کی دل آویز شخصیت کو دیکھ کر انہیں ہنسی آئی کہ نہ جانے لوگ کمیونسٹوں کو خونخوار اور قتل و غارت کا دلدادہ سمجھتے ہیں۔ اس دیباچے میں میجر اسحاق نے اپنے خیال کے مطابق فیض کی شاعری کو چار رنگوں میں تقسیم کیاہے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

پہلا رنگ! سر گودھا اور لائل پور کی جیلوں میں ان کی قید کے دن بہت مشکل تھے۔ کاغذ، قلم، دوات، کتابیں، اخبار، خطوط سب کچھ ممنوع تھا۔

دوسرا رنگ! حیدرآباد جیل کا ہے۔ یہاں انہیں ہر طرح کا جسمانی آرام جو جیل میں ممکن ہو سکتا ہے میسر تھا۔

تیسرا رنگ! میجر اسحاق نے 'کلام فیض در زنداں' کے حوالے سے کراچی کی جیل میں لکھے گئے کلام کو تیسرا رنگ قرار دیاہے۔

چوتھا رنگ! میجر صاحب نے منٹگمری جیل میں تخلیق کی جانے والی شاعری کو فیض کی شاعری کا چوتھا دور قرار دیاہے۔ یہاں بھی فیض کو آسانیاں میسر تھیں۔

اردو کے زندانی ادب میں اس مقدمہ کی بہت اہمیت ہے۔ میجر اسحاق محمد کا یہ دیباچہ بلاشبہ فیض شناسی کی روایت میں بہت اہمیت کا حامل اسی لئے ہے کہ ایسی تحریروں نے ہی کلامِ فیض اور فیض کی شخصیت کو سمجھنے کے حوالے سے راہیں استوار کیں۔ اردو ادب میں اس دیباچے کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

پاک فوج کی ایک اور اہم زندانی صاحب قلم شخصیت صدیق سالک ہیں۔ صدیق سالک پاک فوج کا اہم نام تھے۔ صدیق سالک عسکری قلم کاروں کے گروہ کے اہم رکن ہیں۔ وہ ادب کی دنیا میں کئی حوالوں سے جانے جاتے ہیں۔ ان کا شمار اردو ادب کے بہترین مزاح نگاروں اور کامیاب ناول نویسوں میں ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ میدان صحافت میں بھی اپنالوہا منوا چکے ہیں۔ جنوری ۱۹۷۰ء کو میجر کے عہدے پر ترقی پا کر مشرقی پاکستان تعینات ہوئے۔ ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت کی جنگ میں آپ وہیں مقیم تھے۔ آپ یہاں کے حالات و واقعات کے عینی شاہد تھے۔ جنگ کے اختتام پر جنگی قیدی بنا لئے گئے۔ ان جنگی قیدیوں میں آپ بھی شامل تھے۔ دو برس تک بھارت کی قید میں رہے۔ جنگ کے خاتمے پر مشرقی پاکستان 'بنگلہ دیش' بن گیا اور شکست خوردہ فوجی قیدی بنا لیے گئے۔ آپ سے پہلے دیگر فوجی افسران کے ساتھ کلکتہ جیل میں نظر بند کیے گئے۔ پھر تین ماہ آپ کو قید تنہائی میں انتہائی کسمپرسی کی حالت میں رکھا گیا۔ اس طویل اسیری کے دوران اپنے ساتھ اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہونے والے ناروا سلوک اور مصائب و آلام کو صفحہ قرطاس پر منتقل کرتے رہے۔ اسیری کے تمام محسوسات و مشاہدات کو ضبط تحریر کرتے رہے۔ انہوں نے وہ تمام حالات و واقعات قلمبند کئے جن کے وہ عینی شاہد تھے۔ پاک بھارت جنگ میں انہوں نے اپنی صلاحیتوں کا بھرپور اظہار کیا اور بے خوف و نڈر ہو کر ہر جگہ پہنچتے رہے۔ میدان جنگ میں بلا خوف و خطر دشمن کے سامنے سینہ سپر ہو گئے۔ ان کی اس بہادری اور شجاعت کے کارناموں کے بارے میں سید ضمیر جعفری لکھتے ہیں:

> "پاک بھارت جنگ کے اگلے مورچوں (بلکہ بے مورچہ علاقوں)
> میں موت کے جتنے خطرات کا کپتان سالک
> نے سامنا کیا ہم میں سے کسی دوسرے نے شاید ہی کیا ہو۔ اس
> جنگ میں ہمارے محکمے میں اگر کوئی شہید ہوتا
> تو سالک ہی ہوتا۔"(۱۳)

آپ نے زندان میں "ہمہ یاراں دوزخ" تحریر کی۔ یہ کتاب عسکری اور سوانحی ادب میں ایک روشن باب کی مانند ہے۔ یہ کتاب صدیق سالک کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔ یہ کتاب دراصل روداد ہے، قید کے ان حالات و واقعات کی جس میں صدیق سالک اور ان کے ساتھی سانحہ مشرقی پاکستان کے بعد قید میں ڈال دیے گئے۔ گوشہ قفس میں ان اسیروں پر جو گزری اس کا ایک واضح نقشہ اس کتاب میں ملتا ہے۔ یہ کتاب مصنف کے ذاتی مشاہدات، تجربات اور محسوسات کی بھرپور عکاس ہے۔ صدیق سالک طویل اسیری کی صعوبتوں سے گھبرائے نہیں بلکہ مکار

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

دشمن کی نت نئی ستم ظریفیوں سے قوت و طاقت حاصل کرتے رہے۔ وہ ان تکلیفوں اور اذیتوں کو قیمتی موتی اور انمول گوہر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میں نے انہی موتیوں اور گوہروں کو اس کتاب میں پرونے کی کوشش کی ہے۔"(۱۴)

"ہمہ یاراں دوزخ" کا موضوع بھی اہم ہے اور اسلوب بھی بہت سی خصوصیات اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اس کا موضوع کربناک ہے اور اسلوب شگفتہ۔ وہ فطری طور پر مزاح نگار ہیں لیکن مشکل حالات میں ان کا قلم ظرافت کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ قارئین محظوظ ہوتے ہیں اور بے ساختہ واہ واہ کہہ دیتے ہیں۔ جنگ سے پہلے کے حالات میں درپیش مختلف واقعات کے بیان میں ادبیت کا انداز ایک الگ ہی لطف دیتا ہے۔ وہ لفظوں کی رعایت سے جملے تراشتے ہیں اور تحریر کو حسین بناتے چلے جاتے ہیں۔ صدیق سالک لکھتے ہیں: "جب کبھی رانی کی فلم ڈھاکہ آتی وہ اپنی رفیقہ حیات کی رفاقت کو چھوڑ کر فوراً رانی کی رنگ رلیوں میں شریک ہو جاتے۔"(۱۵)

اس کتاب کا موضوع انتہائی دردناک ہے۔ اس کتاب میں مصنف کے کربناک تجربات و مشاہدات درج ہیں۔ صدیق سالک نے اپنے کربناک تجربات و مشاہدات کو شستہ اسلوب اور مزاحیہ انداز میں بیان کیا ہے۔ یہ خونچکاں داستان پڑھتے ہوئے جیاں درد کی شدت سے تکلیف میں اضافہ ہوتا ہے وہاں پڑھتے ہوئے لطف بھی آتا ہے۔ محترمہ نصرت منیر" ہمہ یاراں دوزخ" کی تعارفی تقریب میں صدیق سالک کے شگفتہ اسلوب و بیان کے متعلق فرماتی ہیں:

"سالک صاحب کے بیان کی کمال خوبی یہ ہے کہ وہ دوزخ کے لپکتے شعلوں میں الفاظ کا گل و گلزار کھلا کر آنسوؤں کو بھی پھول بنا دیتے ہیں۔"(۱۶)

صدیق سالک اپنی تحریر کی اثر آفرینی سے قاری کو بھی زندان خانے میں لے جاتے ہیں اور کتاب پڑھتے ہوئے قاری پر بھی وہی کیفیات طاری ہو جاتی ہیں جو صدیق سالک پر یہ کتاب لکھتے ہوئے طاری ہوئیں۔ آنکھوں میں آنسوؤں کا سمندر امنڈ آتا ہے۔ دل آہوں اور سسکیوں سے لبریز ہو جاتا ہے۔ لیکن ان کا بذلہ سنج اسلوب انہیں اُمنڈنے نہیں دیتا۔ جیل میں دیے جانے والے کھانے کے بارے میں یوں بیان کرتے ہیں:

"سلاخوں میں سے مٹھی بھر اُبلے ہوئے چاول میری پلیٹ میں ڈال دیے اور ان کی سفیدی کو سیاہی مایل کرنے کے لئے کوئی چمچہ بھر سیل مادہ ان پر چھڑک دیا۔ ہاتھوں سے ٹٹولا تو

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ہاف بوائل چاولوں کی اناپائی۔۔میں نے ایک لقمہ سیاہ مادے سے چھو کر منہ کی جرف اُٹھایاتو منہ سے پہلے ناک نے اسے رد کر دیا۔"(۱۷)

زندان میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد بھی صدیق سالک طنز کو مزاح کے غلاف میں لپیٹ کر پیش کرتے ہیں۔وہ ایک شگفتہ مزاج انسان ہیں۔اپنے مزاح کو بیان کی شاخی سے چمکاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کی کتاب کا اسلوب بھی شگفتہ ہے۔موزوں الفاظ کا چناؤ جاندار فقروں کا انتخاب ان کے اسلوب میں جان ڈال دیتاہے اور قاری ان کی تحریر کے حسن میں کھو کر مست ہو جاتا ہے۔ "ہمہ یاراں دوزخ" ایک جنگی قیدی کی روداد قفس ہے۔اس کتاب میں ازلی دشمن بھارت کا مکروہ چہرہ بے نقاب ہوتا ہے۔یہ کتاب ایک جنگی قیدی کے کربناک روزوشب کی سرگزشت ہی نہیں بلکہ اپنوں کی بے مروتی،طوطا چشمی اور عیار دشمن کی کم ظرفی اور گھٹیاسازشوں کی دل خراش داستان بھی ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے جنگ کے حالات و واقعات پر مبنی ایک کتاب "میں نے ڈھاکہ ڈوبتے دیکھا" لکھی۔

بریگیڈیر منصور الحق نے فوج کی ملازمت کے دوران مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی قیامت کو قریب سے دیکھا۔ایک متحدہ اسلامی مملکت کا دو ٹکڑے ہو جانا ایک بہت بڑاالمیہ تھا۔ہر پاکستانی کے لئے یہ تقسیم بڑی تکلیف دہ تھی۔مشرقی پاکستان میں فوجی افسر اور جوان جو ماضی میں اپنے مغربی پاکستان کے افسروں اور جوانوں کے شانہ بشانہ دشمن کا مقابلہ کرتے رہے تھے۔ان میں سے کئی اس نازک گھڑی میں مقابل صفوں میں کھڑے تھے۔۱۹۷۱ء کی جنگ کے بعد جنگی قیدی بھارت کی جیلوں میں قید رہے،ان میں بریگیڈیر منصور الحق بھی شامل تھے۔انہیں گوالیار جیل میں نظر بندی میں رہناپڑا۔انہوں نے دوران قید زندان میں اپنے قلم سے وہ تمام واقعات پیش کئے ہیں جن کا اُنہوں نے بھارت میں دوران قید سامنا کیا۔

ان کی زندانی آپ بیتی "جنگی قیدی کی ڈائری" ہے۔یہ ادبی تخلیق نہیں محض قید کی تصویر ہے۔جنگی قیدیوں کی بھارت میں نظر بندی کے دوران پاکستانی عوام نے اپنے رشتہ داروں،دوستوں اور ہم وطنوں کے لئے بے مثال شفقت،ہمدردی اور ایثار کا ثبوت دیا۔اس نظر بندی کی ساری کہانی ایک سبق آموز حکایت ہے۔بریگیڈیر منصور الحق نے یہ کتاب گوالیار کیمپ میں نظر بندی کے دوران تحریر کی۔یہ کتاب ان کی دو سالہ اسیری کی روداد بیان کرتی ہے۔گوالیار کے جنگی کیمپ نمبر ۶۱ میں وہ دو سال نظر بند رہے۔اس کتاب کے پہلے حصے میں انہوں نے ملک کے بٹ جانے اور پاکستان کی افواج کے ہتھیار ڈالنے کا آنکھوں دیکھا حال نہایت دیانتداری سے سیدھے سادھے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

فوجی انداز میں بیان کیا ہے ۔ان کے بیان کردہ چھوٹے چھوٹے واقعات ایک عظیم اصول کی تصدیق کرتے ہیں۔انہوں نے صرف واقعات کے بیان پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ بلند اقدار کی روشنی میں سبق بھی اخذ کیا۔وہ انہیں سادہ اور دلچسپ الفاظ میں واقعات کے پہلو بہ پہلو تحریر کرتے چلے جاتے ہیں۔حالات حاضرہ کو تاریخ اور بلند اقدار کے پیمانوں پر رکھ کر فلسفیانہ اصولوں کو ایک فوجی کی سادہ زبان میں بیان کر دینا انہی کا طرہ امتیاز ہے۔ان کی دیگر زندانی تصانیف میں بچوں کی کہانیوں کا مجموعہ ،انگریزی میں حالات حاضرہ اور دیگر عنوانات پر مضامین اور پانچ سو پچاس کے قریب زندانی خطوط شامل ہیں۔

پاک فوج کا ایک اور زندانی اہل قلم ڈاکٹر محمد خان اشرف ہیں۔ڈاکٹر محمد خان اشرف کثیر الجہات شخصیت کے مالک ہیں۔شاعر،نثر نگار، محقق،مدون اور مولف کی حیثیت سے دنیائے ادب میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔آپ نے پاک فوج کے طرف سے بہت سے اعزازات حاصل کئے۔علمی وادبی سلسلے میں آپ کی نگارشات میں لباس کا مسئلہ ،ولی(تحقیقی و تنقیدی مطالعہ)،دیوان ولی(انتخاب)،فسانہ مبتلا از نذیر احمد ترتیب و مقدمہ،خیالستان از یلدرم ترتیب مقدمہ،اردو تنقید کا رومانوی دبستان(پی ایچ-ڈی مقالہ)،رومانویت اور اردو میں رومانوی تحریک،اردو ادب تحقیقی و تنقیدی مطالعہ،مضامین کا مجموعہ،توجیہات شامل ہیں۔آپ کے تین شعری مجموعے ”درد کا سورج“،”مداوہ“،اور” شاخ آہو“منظر عام پر آچکے ہیں۔۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ میں شدید زخمی ہوئے اور دو سال بھارت میں قید کی زندگی گزاری۔قید تنہائی کی صعوبتیں برداشت کیں ۔ان کی اسیری کے بارے میں ڈاکٹر اے۔بی۔اشرف لکھتے ہیں:

> ”محمد خان اشرف نے دشمن کی قید میں رہنے اور ذہنی اذیتیں سہنے کے باوجود اپنے شعری تجربوں کو زہر آلود نہیں ہونے دیا۔ان کے لہجے میں جھنجلاہٹ نہیں آئی۔ان کا حلق اورزبان بے مزہ نہیں ہوئے۔ان میں تلخی پیدا نہیں ہوئی،بارود کا لاوا نہیں اُبھرا، تلوار کی کاٹ نہیں آئی،بلکہ ان تجربوں میں الفت کا رنگ ، پھولوں کی خوشبو،نسیم سحری کے جھو نکے،پیار کی لطافت،جیون کا رس اور تتلیوں کی سی شوخی اور حسن پیدا ہو گیا ہے۔“(۱۸)

انہوں نے قید تنہائی کے لمحات کو اشعار کے قالب میں ڈھال کر صفحہ قرطاس پر منتقل کیا۔ڈاکٹر صاحب کی زندانی تصنیف ”درد کا سورج“ ہے۔ان کی زندانی شاعری میں زیادہ تر غم جاناں ملتا ہے لیکن غم دوراں کی جھلک بھی موجود ہے۔ڈاکٹر محمد خان اشرف نے ہمیشہ انسانیت کے ساتھ والہانہ محبت کے جذبات کا اظہار کیا۔ایسا محسوس

ہوتا ہے کہ سارے جہاں کا درد ان کے جگر میں سمٹ آیا ہے۔ انہوں نے انسانیت کے وقار کو اپنی تخلیقات اور اپنے معاملات سے ہمیشہ اولیت دی۔ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن ''درد کا سورج'' کا تعارف یوں کرتے ہیں کہ :

''درد کا سورج'' محمد خان اشرف کی شعری نگارشات کا مختصر مجموعہ ہے۔ یہ تخلیقات جو قیدی کیمپ ۹۹ کے ایم سیری کی یادگار ہیں، ڈاکٹر ملک حسن اختر کی توجہ سے ۱۹۸۲ء میں پہلی بار کتابی صورت میں شائع ہوئیں۔''(۱۹)

ڈاکٹر خان اشرف کا زندانی کلام زندانی ادب میں ایک خوشگوار اضافہ ہے۔ ان کا زندانی کلام جینے کی اُمنگ لئے ہوئے ہے۔ اُمید اور رجائیت سے بھرپور ہے۔ درد کا سورج سے ان کا زندانی کلام نقل کیا جارہا ہے:

وہی رہا ہے یہاں رسن و دار کا موسم
مری وفاؤں کی رت میرے پیار کا موسم
نہ گزری محمل ساعت میں لیلیٰ ہجراں
بہت اداس کٹا ہوا غم کی بہار کا موسم
نہ دن کا ہوش ہے نہ رات کی خبر کوئی
ہے بے نیاز زماں انتظار کا موسم
کھلا ہے حسرتِ دیدار کا گلشن
قفس میں اب کے کٹا ہے بہار کا موسم
جنوں کی خبر میرے درد لا دوا کی خیر
کہیں قرار نہ پائے قرار کا موسم
چمک دمک، تب و تاب اور سوز رعنائی
مری حیات سے بہتر شرار کا موسم(۲۰)

عصر حاضر میں ہماری ملت نے جو صاحب سیف و قلم پیدا کئے ہیں ۔ ان کی فہرست میں محمد خان اشرف کا نام ایک قیمتی اضافے کے روپ میں طلوع ہوا ہے۔ کیپٹن نور احمد قائم خانی بھی ایک زندانی شخصیت تھے۔ سقوط مشرقی پاکستان کے اسیر تھے۔ نور احمد اور دوسرے جنگی قیدیوں کو سلہٹ سے شیلڈنگ اور پھر وہاں سے گوہاٹی پہنچایا

گیا۔ چھ دن کی مسافت کے بعد نور احمد اور دوسرے قیدی فتح گڑھ کیمپ پہنچے جہاں ان کی ملاقات دوران قید اپنے انسٹرکٹر میجر طارق پرویز سے ہوئی۔ نور احمد نے ان سے مل کر جیل توڑ کر فرار کے منصوبے بنائے اور آخر کار یہ ہندوستانی جیل توڑ کر فرار ہوئے اور کامیابی سے کراچی پہنچ گئے۔ داستان اسیری اور فرار دونوں دلچسپ ہیں لیکن بعض مقامات پر قاری کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔ کیپٹن نوراحمد نے زندان کی روداد کو اپنی زندانی کتاب ''فتح گڑھ سے فرار''میں محفوظ کیا ہے۔

پاک فوج کے ایک اور زندانی اہلِ قلم میجر آفتاب احمد ہیں۔ ان کا تعلق کھاریاں ضلع گجرات سے ہے۔ اسلامیہ کالج لاہور سے بی اے کے بعد انہیں دسمبر ۱۹۶۸ء میں بطور سیکنڈ لیفٹیننٹ بلوچ رجمنٹ کی (بت شکن) بٹالین میں کمیشن ملا۔ میجر آفتاب نے جنرل محمد ضیاء الحق کے مارشل لاء کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ مارشل لاء کے خلاف جنگ کو پاکستان کے خلاف جنگ قرار دیتے ہوئے اٹک قلعے کے خفیہ ٹرائل کے دورِ حکومت میں سیاسی اختلافات کے باعث انہیں داخل زندان ہونا پڑا اور پھر یہ عرصہ تین سال پر محیط رہا۔ جیل میں گزرے ہوئے ایام کو انھوں نے اپنی زندانی تصنیف ''جنرل کے قلعے سے ملکہ کی جیل میں''میں محفوظ کیا ہے۔ اس کتاب کے موضوعات کافی وسیع ہیں۔ عصری سیاست کے ساتھ ساتھ عدلیہ، مقننہ اور دوسرے اداروں کے بارے میں اظہار خیال کیا گیا ہے۔ میجر صاحب کا نقطہ نظر خاصا وسیع ہے۔ سکھر جیل اور اٹک قلعہ میں لئے گئے نوٹس ہی اس کتاب کی بنیاد ہیں۔ یہ زندانی تصنیف بہت اہمیت کی حامل ہے۔ موازنے کے مطالعے کے سلسلہ میں یہ ایک حوالہ جاتی دستاویز ہے۔

پاک فوج کے زندانی اہل قلم نے تمام صناف ادب میں اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے ہیں۔ ان فوجی جوانوں نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ صرف میدان جنگ میں ہی نہیں بلکہ ادب کی دنیا کے بھی اہم ستارے ہیں۔ ان کا تحریر کردہ زندانی ادب شاعری، مضمون، خطوط اور آپ بیتی کی صورت میں موجود ہے۔ ان سب شخصیات نے زندان کی روداد کو اپنے قلم کی مدد سے محفوظ کیا اور شاہکار زندانی ادب معرضِ وجود میں آیا۔ پاک فوج کے اذہان نے ثابت کیا ہے کہ ان کے قلم کی طاقت سے لازوال ادب تخلیق ہوا ہے۔ ان کی تحریر کردہ زندانی تصانیف زندانی ادب میں بہترین اضافہ ثابت ہوئی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ وارث سرہندی، قاموس مترادفات، اردو سائنس بورڈ، لاہور، طبع اول، ۱۹۸۶، ص ۵۳۳
۲۔ مولوی نور الحسن نئیر، نور الغات، نیشنل فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۰۶، ص ۱۳۸۵

٣۔ مولوی سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، اردو سائنس بورڈ، لاہور، جلد اول و دوم، ٢٠٠٣، ص ٤١٤

٤۔ مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات فارسی، فیروز سنز، لاہور، ١٩٧٠ء، ص ٥٧٤

٥۔ رفیق احمد ساقی، پروفیسر، سید امیر کھوکھر، جامع فارسی لغت، بک کارنر، جہلم، ٢٠١٤ء، ص ٣٤٢

٦۔ ظفر اللہ پوشنی، زندگی زنداں دلی کا نام ہے، مین ہلٹن انٹرنیشنل، کراچی، چوتھا ایڈیشن، ٢٠٠١ء، ص ٢٥

٧۔ ایضاً، ص ٣٦٧

٨۔ محمد خاور نوازش، مشاہیر ادب خار زار سیاست میں، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ٢٠١٢ء، ص ٢٢٨

٩۔ فیض، دست صبا، کلاسیک پبلشرز، لاہور، ١٩٩٨ء، ص ٢١٣

١٠۔ علی سردا جعفری، پتھر کی دیوار، مکتبہ شاہراہ، دہلی، ١٩٥٣ء، ص ١١٠

١١۔ فیض احمد فیض، دست صبا، ہمالیہ بک ہاؤس، س-ن، ص ٢٥-٢٦

١٢۔ فیض احمد فیض، صلیبیں میرے دریچے میں، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ١٩٧٤ء، ص ٤

١٣۔ صدیق سالک کو آخری سیلیوٹ، اردو ڈائجسٹ، لاہور، نومبر ١٩٨٨ء، ص ١٩٨

١٤۔ صدیق سالک، ہمہ یاراں دوزخ، الفیصل ناشران و کتب، لاہور، ٢٠٠٨ء، ص ٩

١٥۔ ایضاً، ص ١٤

١٦۔ نصرت منیر، ماں کی خوشبو، ہمہ یاراں دوزخ کی تعارفی تقریب، بمقام راولپنڈی، منعقدہ ١٥ اکتوبر ١٩٧٤ء

١٧۔ صدیق سالک، ہمہ یاراں دوزخ، الفیصل ناشران و کتب، لاہور، ٢٠٠٨ء، ص ٦٤

١٨۔ ڈاکٹر محمد خان اشرف، (دیباچہ: ڈاکٹر اے۔ بی اشرف)، درد کا سورج، الوقار پبلی کیشنز، لاہور ١٩٩٨ء، ص ١٥

١٩۔ ڈاکٹر محمد خان اشرف، (حرف چند: ڈاکٹر معین الرحمٰن)، درد کا سورج، الوقار پبلی کیشنز، لاہور، ١٩٩٨ء، ص ٩

٢٠۔ ایضاً، ص ٣٩